کھو کھلی عورت

کنزہ نبوی

کنیز نبوی

مسلسل بے خوابی سے بے زار ہو کر اس نے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا۔ آئینے نے اس کے عکس کو یک دم مسترد کر دیا۔ اسے اپنی گردن پر اس کا چہرہ نظر آیا۔ جس کی یاد میں دائیں آنکھ کے عین نیچے بے خوابی کا پھوڑا اگ آیا تھا۔ وہ یک ٹک آئینے میں ابھرے اس کے عکس کو دیکھتی رہی' آہستہ آہستہ اس کا عکس ہٹا کر اصل چہرہ نمودار ہوا۔ آنکھیں سرخ ہو کر اس کے ہجر کی نشاندہی کرتی رہیں۔

"وعدہ۔ زندگی میں کسی دکھ کو تمہاری قربت نصیب نہیں ہوگی۔"

"تین۔" الٹے ہاتھ کی الٹی انگلیوں کا لمس ٹھوڑی سے کان کی لو تک سرکتا آیا۔ "ساری خوشیاں تم پر نچھاور کر دوں گا' اور سارے دکھ میں اپنی محبت سے چن لوں گا۔" مضبوط ہاتھ شانوں پر آ ٹکے۔

اس نے سارے وعدے دل کے پلّو میں باندھ لیے۔ اس کے لیے سچ کی طرح مقدس تھے۔ اس کے الفاظ جن پر کبھی بھی شک کرکے وہ گناہ کی مرتکب نہیں ہوسکتی تھی۔ اسی یقین نے سالوں تک اس کا ایمان محکم رکھا۔ بچے کی کمی تو رہی' مگر یہ کمی اپنے شریکِ سفر پر اعتماد کو متزلزل نہ کرسکی۔

گزرتے دنوں کے ساتھ جہاں سسرال کی بے چینی بڑھی تھی۔ وہاں شریکِ سفر پر اعتماد بھی۔

"اماں! اللہ جب راضی ہوگا تو اولاد بھی ہوجائے گی۔" وہ ہنس کر ماں کو دلاسا دیتا تو سنبل کے اندر کی توانائی بڑھ جاتی' سعد اس کی چھاؤں تھا' اسے ہر کڑی دھوپ سے بچانے والا' اسے چپکے چپکے آنسو بہاتے دیکھ کر وہ پریشان ہو اٹھتا۔

"مت رویا کرو' ہم نے ان آنکھوں سے محبت کے خواب دیکھے اور تعبیریں پائیں' ان آنکھوں کا گریہ دیکھنے کی ہمت نہیں مجھ میں۔"

وہ اس کے رخساروں سے آنسو چنتے ہوئے جذب محبت سے دیکھتا۔

"سعد! ادھورے پن کا طعنہ میری پشت پر سائے کی طرح میرے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ میں کہیں بھی جاؤں' وہ میرا کسی آسیب کی طرح پیچھا نہیں چھوڑتا۔"

"مت کہو ایسا' ہماری تکمیل ہماری محبت ہے سنبل! وہ محبت جو بچپن سے ہمارے ساتھ ایک ہی صحن میں پلی بڑھی۔ ہمیں ایک دوسرے سے باندھ کر رکھا' ہم نے اک دوسرے کو ہی نہیں اس محبت کو بھی جینا ہے' ہم بھلا اتنی چھوٹی سی کمی سے کیسے ہار جائیں؟؟"

وہ کھوکھلی عورت ہمیشہ اس کی محبت کے آگے ہار جاتی تھی۔

ڈاکٹرز اور ہسپتالوں کے چکر لگتے لگتے آٹھ سال بیت گئے' اور اس کی ساس کا صبر جواب دے گیا' پھر انہوں نے لڑکی پسند کرلی اور رشتہ بھی مانگ لیا۔

سعد کے انکار میں جو شدت پہلے پہل تھی' وہ گزرتے وقت کی دھول میں اٹ گئی' اور شدت ختم ہوجائے تو بہت سارے جذبے بے معنی رہ جاتے ہیں۔

پھر اس کی ماں نے باقاعدہ منگنی کی تقریب بھی منعقد کرلی۔

اس رات وہ اپنے کمرے میں مقید ہوگئی تھی۔ اک بوجھ سا تھا جس نے جسم و جاں کو ہلکان کردیا تھا۔

"کیا تمہیں مجھ پر یقین نہیں؟؟" اس نے انہیں انگلیوں سے اس کے آنسو پونچھے جن سے نئی نویلی کو انگوٹھی پہنا کر آیا تھا۔ "تمہاری اہمیت' حیثیت' عزت میں کمی نہیں آئے گی سنبل! میں نے تم سے محبت نہیں عشق کیا ہے۔ اور یاد رکھنا عشق کبھی نہیں مرتا۔"

اس نے اس کی چنری کے پلو میں دلاسوں کے ساتھ ساتھ وعدے بھی باندھ دیے۔

مگر گزرتے وقت نے ثابت کیا کہ اس چنری کے سارے رنگ کچے تھے۔ زندگی کی ساری خوشیاں' رنگینیاں سعد کا پہلو آباد کرنے والی نئی نویلی دلہن چرا کر لے گئی۔

آٹھ دن گزر گئے' وہ شرعی حقوق کی پاس داری کے قرض سمیت سارے وعدے بھی بھول بیٹھا تھا۔ آٹھ سالہ ازدواجی زندگی اور تیرہ سالہ شدید محبت کہیں کھو گئی' کسی طوفان میں ڈوبی' خوشبو کی طرح اڑ گئی' یا اپنی موت آپ مرگئی' اس کا ذہن و شعور کچھ بھی سمجھنے سے قاصر و محروم تھا۔

جدائی بھی کیسی تھی کہ وہ اس کا فون اٹھانے سے گریزاں اور میسیج کا جواب دینے سے بھی عاری تھا۔

بے خواب آنکھوں میں وہ لمحہ پھر سے آموجود ہوا۔

"تم فکر مت کرنا۔" وہ دولہا بننا پہلے اس کے پاس آیا تھا۔ اس کی سوچی آنکھوں میں کروٹ لیتے اندیشوں کو بھانپ گیا۔

"میری سب کچھ تم ہو' بیوی' محبوبہ' دوست' ہم سفر بھی' وہ تو صرف میرے بچے کی ماں بنے گی۔ صرف بچے

ماں۔"

اس کا حوصلہ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ محبوب کوئی بس دل سے کسی اور کے حوالے کرتا ہے۔ یہ کرب ڈوب ہی جانتا ہے۔ اذیت سے ریزہ ریزہ ہوتے وجود نے اس کے مہربان شانے پر سر رکھ کر سارے اندیشے وا ہے' آنسوؤں کی صورت اس کے گریبان میں پرو دیے۔

وہ عورت تھی' کروٹ بدلتے حالات کے سامنے مجبور' سوائے صرف محبت کے بندھن سے نہ باندھ سکی۔ اسے پرایا ہوتے دیکھنے کی نہ اس میں ہمت تھی' ہمدم' سو گھر میں موجود رہی۔

اور وہ شادی ہال سے نئی دلہن کے ساتھ نئے اپارٹمنٹ میں منتقل ہوا تو مہندی کی تازہ خوشبو' بدن کی نئی بہار' نئی عورت کے سحر میں گم ہو کر رہ گیا۔

اور اس کی آنکھوں میں نیند کی جگہ کانٹے اگ آئے۔ صعوبت کے اک نئے سفر نے دل کے پاؤں چھو لیے' وہ کرب کے وہ گزار میں اپنی م... کی تلاش میں بھٹکتی رہی۔ اس بات بے ... اس محبت کے سارے دھاگے کچے وعدوں ... بنے ہوئے تھے۔ جو سلجھتے ادھڑتے دیر نہیں لگاتے۔

وہ جو خود کو موکھی سمجھتی تھی اور موکھی کی طرح اپنی مے محبت میں مست تھی۔ اسے پتا ہی نہ چلا سعد سے اس کا نشہ کب اترا اور کب وہ دوسری کی طلب میں مبتلا ہوا' اس نے تو یہ ہی سنا تھا' جتنی شراب پرانی اتنا زیادہ نشہ' مگر شاید اس کی محبت کی شراب سارا نشہ ہو چکی تھی۔

ہر چارہ گر کو چارہ گری سے گریز تھا
ورنہ ہمیں جو دکھ تھے بہت لا دوا نہ تھے

وہ مسلسل میسجز کے ذریعے رحم کی اپیلیں بھیجتی رہی۔

"آج میں آؤں گا۔"

لاتعداد میسجز پر رحم کی اپیل سماعت کے لیے منظور ہوئی اور وہ خوشیوں کے لیے ترستے کسی ایسے بچے کی مانند کھل اٹھی جس کو اس کا پسندیدہ کھلونا حاصل ہونے کا یقین مل جائے۔

ایک ماہ کے بعد اس کی باری آئی تھی' وہ بہت دنوں کے بعد تیار ہوئی' گلابی لباس میں اس کا وجود گلاب کی طرح مہک اٹھا' پھر دوپہر نے سہ پہر کا چولا بدلا' اور شام رات میں ڈھل گئی۔ مگر وہ نہ آیا۔ رات گہری ہونے لگی تھی' جب دلہن کو میکے چھوڑ کر وہ اس کے پاس آیا۔

اس نے پھر بھی شکر ادا کرکے کھانا چن دیا' مگر وہ تو کھانا کھا کر آیا تھا سسرال سے۔

"تم کھانا کھالو' مجھے بالکل بھی طلب نہیں۔" وہ بے پروائی سے کہتے کمرے میں چلا گیا۔

وہ دن بھر کی بھوکی تھی' مگر اس کی بھوک ختم ہوگئی' وہ اس کے پیروں کے نقش میں وفا کی لکیریں ڈھونڈتی بیڈ روم تک آئی' تو وہ نئے نشے میں مدہوش پڑا خراٹے لے رہا تھا۔

وہ صرف خانہ پری ... لیے آیا تھا' اس کی طلب ... لر ... دں خاموش ...

وہ بند ... در ... ماضی ... خوشگوار لمحوں کو آواز دیتی رہی ... نا خوشگوار جھونکے اسے ماضی کی اور سے کھینچ کر لے آتے' ایک ہی بیڈ پر سوئے ہوئے اس شخص کے خراٹے صور اسرافیل کی طرح اسے بدصورت حقیقت میں زندہ کرتے رہے۔

وہ ساری رات روتی' سلگتی' جاگتی رہی۔

صبح اس کی آنکھیں رت جگے سے لال' آواز دکھ کے بوجھ سے بھاری اور بدن بے اعتنائی کی تھکن سے چور چور تھا' مگر وہ ناشتا بنانے میں مگن' ساس کی دعائیں سنتی رہی جو وہ اپنے بیٹے کو دے رہی تھیں باپ بننے کی۔ اس کی ساس ہر دوسرے دن تھوڑی دیر جا کر بیٹے کو دیکھ آتی' سو وہ ناشتا کرکے جلد اٹھ گئی۔ ناشتا تو سعد بھی کرچکا تھا' مگر اب اٹھنے کے لیے پر تولتے کسی

انتقامی جملے کی تلاش میں تھا' بے رخی اور عجلت اس کے رویے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

"تم نے ناشتا نہیں کیا؟"

"بھوک نہیں تھی۔"

"کیوں؟"

سرسری استفسار پر اس نے بہت گہری نگاہ سے اسے دیکھا۔

"بھوک تو تب سے اڑ گئی جب تم نے راستہ الگ کرلیا۔"

"میں نے کوئی راستہ الگ نہیں کیا' نہ تمہیں چھوڑا ہے' نہ طلاق دی۔" وہ بدمزگی سے بولتے حد درجہ بے زار ہوا۔ "شادی کی ہے کوئی گناہ نہیں کیا۔"

اسے لفظوں کی کاٹ سے زیادہ لہجے کی بے زاری نے دکھی کیا۔

"محبوب اگر محب سے بے زار ہوجائے تو بچتا ہی کیا ہے۔ سوائے ہجرو فراق کے' گلے میں پھنسے آنسوؤں کے گولے کو بمشکل نگلتے خود کلامی سے گویا ہوئی۔

"محبت کرنے والے اپنا آپ دے کر بدلے میں آپ سے بھی آپ کا وجود' وقت اور توجہ مانگتے ہیں' دراصل وہ اپنا کھویا وجود آپ کے وجود میں تلاش کرتے ہیں۔"

"میں باتوں میں تمہارا مقابلہ نہیں کرسکتا' تم ہمیشہ بہت خوب صورت بولتی ہو۔" وہ بے وجہ ادھر ادھر دیکھتے بولا' اس کی باتوں میں نہ امید کی آہٹ تھی' نہ دلاسے کا درماں۔

"جو محبت کو برتنا جانتے ہیں' وہ لفظوں کو برتنے کے ہنر سے بھی آگاہ ہوجاتے ہیں۔ لفظ اپنی پہچان آپ بن کر وجدان کی طرح دل سے نکلتے ہیں۔"

اس نے دھندلی نظریں سامنے اٹھائیں تو کرسی خالی تھی' جو اس کی باتوں پر مرتا اور اس کی محبت پر جیتا تھا' وہ اب شاید یکسانیت سے بے زار ہوچکا تھا۔

کیسا المیہ عورت کی ذات سے منسلک کردیا جاتا ہے' کہ جہاں آنکھ کھولے پروان چڑھے' وہ ہی گھر رخصتی کے بعد پرایا بن جاتا ہے۔

وہ اب پرائے گھر میں نہیں جاسکتی تھی' سو بے اعتنائی' بے رخی' بے حسی' بے وفائی کے بعد بھی اس کی ماں کی خدمت گار بن کر اسی چوکھٹ سے چمٹی رہی۔

سینے کے داغ' دل کے زخم' روح کا کرب' جاننے والے مسیحا ویسے ہی کم ہیں' مگر عورت کے لیے ناپید' اس نے جب بھی محبت کے ملبے میں دبی ہوئی زخمی ذات کو باہر نکالا' تو خود کو اصلی صورت میں نہ پایا' اصلی صورت تو وہ کھو چکی تھی۔

آٹھ ماہ گزر گئے۔ دوسری عورت کی گود ہری نہ ہوسکی' اس کی ساس ہر ماہ دن گنتی اور پوچھنے جاتی' مگر مایوس لوٹتی' ان آٹھ ماہ میں وہ دوبارہ نہیں آیا۔

بیوی اس کے پاس تھی' اور ماں جاکر دیکھ آتی' تو مرجھائے ہوئے پھول کے پاس کیوں آتا۔ اور اب تو وہ تسبیح کرنا بھی بھولتی جارہی تھی' بات کرنا تو پہلے ہی بھول بیٹھی تھی۔ وہ کون سا اس کی آواز سننے کو بے چین اور منتظر تھا۔

اس بار اس کی ساس' بیٹے سے مل کر آئی تو دکھی تھی' اس نے یقیناً" کچھ کہہ دیا ہوگا' ورنہ وہ آٹھ دن بعد لینے کے لیے آنے والے ڈرائیور کو خالی نہ بھیجتی۔

پوچھنے کی عادت نہ اس میں تھی' نہ ہی ساس نے بتایا' جب دوسرے ہفتے بھی گاڑی خالی واپس گئی تو وہ ماں کو دیکھنے چلا آیا۔

"اماں کا خیال رکھا کرو۔" کچن میں اپنے لیے چائے بناتی عورت سے مخاطب ہوا' بیوی کا درجہ تو وہ اب اسے دیتا ہی نہیں تھا۔

اس کی ماں اس کی ذمہ داری نہیں تھی' پھر بھی وہ مکمل ایمان داری سے نبھا رہی تھی اور وہ ہر ذمہ داری سے مبرا اسے احکامات دیتا رہا' اس نے نہ شکوہ کیا' نہ وضاحت دی' خاموشی سے چائے' بسکٹ' سموسے اس کے سامنے رکھے۔

"ایسا لگتا ہے جیسے ہم دونوں ایک دوسرے سے

زار ہوگئے ہیں۔"

وہ اس کی تھوڑی دیر کی خاموشی بھی برداشت نہ پایا۔

کتنے چھوٹے ظرف کا مالک تھا' وہ تو ایک سال سے اس کی خاموشی کی بھٹی میں جل جل کر کوئلہ بن چکی تھی' سعد کا عکس آنکھوں میں پھیلتی نمی میں دھندلا دیا۔

"ہم دونوں نہیں' صرف تم سعد!" گلے میں آنسوؤں کا گولہ اٹک گیا۔

"میں تو اسی دائرے کے اندر گھوم رہی ہوں' یہ جاننے کے بعد بھی کہ تم اب اس دائرے سے باہر ہو' اندر تو صرف تمہاری پرچھائیاں رہ گئی ہیں۔ مجھے پرچھائیوں کے طواف نے نڈھال ضرور کیا ہے' مگر بے زار نہیں۔" خود کلامی سرکتے سعد تک پہنچی۔

"وہم ہے تمہارا' مصروفیت بہت بڑھ گئی ہے' اب مینشن نہیں کیا ما۔"

"مان لو سعد! میں تمہاری زندگی کی کتاب کا ایسا باب بچہ رہ گئی ہوں' جس کو پھاڑ بھی دیا جائے تو کتاب میں کوئی فرق نہیں پڑتا' اثر کم ہوتا ہے' نہ دلچسپی۔"

وہ ماں کو مناکر چلا گیا' اگلے ہفتے سے گاڑی خالی نہیں گئی' مگر وہ مکمل طور پر خالی ہوکر کوری کتاب رہ گئی۔

گزرتے تین سالوں میں دوسری عورت بھی کوئی خوش خبری نہ دے سکی تھی۔ اس کے جسم میں دوڑتے خون کا اک اک قطرہ گھر بننے اور تخلیق کی اعلا صورت میں آنے کے لیے بے قرار تھا' مگر وہ عورت تھی' اس لیے بانجھ نہ ہوتے ہوئے بھی بانجھ بنادی گئی' اس کے اندر ممتا کی گرمی بدستور موجود تھی' اس کا ساتھی ہی کورا نکلا تو اس کا کیا قصور' مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی سزا کاٹتی رہی۔

وہ کورا مرد کسی اور سے خوشیاں کشید کرنے لگا۔ بالآخر وہ عورت راز آشنا ہوئی' سارے ٹیسٹ خفیہ طریقے سے پہلے ہی معلوم کرتی رہی۔ وہ اس کی طرح نہیں تھی' جس نے صرف اس کی زبان پر اعتبار کیا' کبھی خود ٹیسٹ رپورٹس دکھانے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا' محبت اندھا کردیتی ہے' وہ اس کی ہر بات پر آنکھ بند کرکے اعتبار کرتی رہی تھی۔

مگر وہ دوسری عورت تھی' اپنی مامتا کو کورے پن پر قربان نہیں کرسکتی تھی' جبکہ پیچھے اک مرد کو منتظر بھی چھوڑ آئی ہو' سو اسی بہانے طلاق لے کر چلی گئی۔

وہ تن و من سے کورا مرد اک بار پھر اس کے پاس آگیا۔ اک محبت کے آسرے پر تو وہ جیون کورے مرد کے ساتھ بتا لیتی' پر اب تو وہ محبت بھی نہ رہی تھی۔

وہ خود بھی کوری کتاب بن گئی تھی' بالکل صاف سفید جس پر اک لفظ کی سیاہی بھی نہ رہی۔ عورت پنسل سے لکھی ہوئی ایسی کچی تحریر ہے' جسے مرد جب چاہے اپنے عمل کے ربڑ سے مٹا سکتا ہے۔ اس کے دل پر کندہ تحریر بھی دھوکہ دغا فریب نے کب کی مٹادی تھی۔

ساس کو نظریں ملانے کی ہمت نہ پڑتی۔ شرمندگی اور بیٹے کے بے اولاد ہونے کے غم میں بستر سے جا لگی' وہ اس کی خدمت میں اجت گئی۔

"میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔" ایک دن اس نے سالوں کی دوریاں پاٹنے کی ناکام کوشش کی۔ "میں نے واقعی تم سے زیادتی کی' مجھے معاف کردو۔"

"اماں کی بیماری کی وجہ سے میرا ان کے پاس رہنا بہت ضروری ہے' آج سے میں ان کے کمرے میں رہوں گی۔ ویسے بھی میں کھوکھلی [illegible] ہوں' [illegible] بچہ نہیں [illegible] سکتی۔" [illegible] ہنستے ہوئے کھوکھلی عورت نے فیصلہ سنادیا۔

اور اس فیصلے کو قبول کرنا اس کی مجبوری تھی کہ اس جیسی خدمت گار اس کی ماں کو نہیں مل سکتی تھی۔ مگر اس کھوکھلی عورت کی محبت کو کھو کر اس کے پاس بھی تو کچھ نہ رہا تھا' اس کے ہاتھ ہی نہیں دل بھی خالی تھا۔

☆